جاوید احمد غامدی

سیاق وسباق کے آئینہ میں (چوتھی قسط)

مولانا فضل محمد یوسف زئی

تاریخ فتنۂ انکارِ حدیث اور اس کے اسباب کے بارہ میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں:

’’۱:...... پہلا سبب

یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ امت محمدیہ میں سب سے پہلا فتنہ جس نے سر اٹھایا وہ خارجیوں کا فتنہ ہے۔ اسی فتنہ سے ٹکرا کر مسلمانوں کے اتحاد کی چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہوئی۔ چنانچہ ان خارجیوں نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بے تعلقی کا صاف اعلان کردیا اور حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، شرکاء جنگ جمل اور تحکیم (ثالثی) کو تسلیم کرنے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دے دیا۔ اس تکفیر کے نتیجہ میں ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی احادیث جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں، ان کو صحیح ماننے سے بھی انکار کردیا (کہ راویِ حدیث کے لیے مسلمان ہونا اولین شرط ہے اور یہ سب کافر ہیں) اور اس طرح انکارِ حدیث وسنت کی تخم ریزی شروع ہوگئی۔

۲:......دوسرا سبب

پھر اس خارجیوں کے فتنہ کے بالمقابل شیعیت کے فتنہ نے سر اٹھایا، حالانکہ شیعیت کا فتنہ ایک سیاسی ہتھکنڈا (اسٹنٹ) تھا (کہ حبّ آلِ رسول کے نام سے ہی اقتدار کی باگ ڈور کسی طرح شیعوں کے ہاتھ آجائے) پھر انہی شیعوں میں سے سبائی رافضیوں کا گروہ منظر عام پر آیا، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ماسوا تینوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو اور چند طرفدارانِ علیؓ جن کی تعداد میں خود شیعوں کا بھی اختلاف ہے کے علاوہ باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دے دیا۔ اس فتنہ کا فطری نتیجہ تھا کہ انہوں نے ان چند رواۃ کے علاوہ جو ان کے حامی اور طرفدار تھے، باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی حدیثوں کو ماننے سے

انکار کردیا (کہ یہ سب کافر ہیں)۔

۳:......تیسرا سبب

اس کے بعد (۲ہجری کے آخر میں) اعتزال (عقل پرستی) کا دور آیا، چنانچہ اس عقل پرستی کے تسلط نے معتزلہ کو ان تمام حدیثوں میں تاویلیں کرنے پر (اور تاویل نہ ہوسکنے کی صورت میں ان کو صحیح ماننے سے انکار کرنے پر) مجبور کردیا، جن کو انہوں نے اپنے عقلی معتقدات کے خلاف محسوس کیا۔ عباسی خلیفہ مامون کے عہد میں جبکہ یونانی فلسفہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوکر منظر عام پر آئیں، مذہب اعتزال نے مامون کی سرپرستی میں بڑا فروغ حاصل کیا۔

۴:...... چوتھا سبب

جب خوارج اور معتزلہ دونوں نے اپنے اپنے معتقدات میں غلو کی بنا پر اعمال کو ایمان کا جزء اور رکن قرار دے دیا تو ردعمل کے طور پر ان کے مقابلہ میں مرجئہ کا گروہ اور ارجاء کا عقیدہ منظر عام پر آیا، مرجئہ نے اس عقیدہ میں اتنا غلو کیا کہ صاف کہہ دیا: ''**لاتضر مع الإیمان معصیة کما لاتنفع مع الکفر طاعة**''.....ترجمہ:......''ایمان کے ہوتے ہوئے معصیت ضرر نہیں پہنچاتی، جیسے کہ کفر کے ہوتے ہوئے کوئی بھی طاعت نفع نہیں پہنچاتی''۔ اس عقیدہ کے نتیجہ میں مرجئہ نے رسول اللہ ﷺ کی ان تمام حدیثوں کو ماننے سے انکار کردیا جن میں کبیرہ گناہوں اور معصیتوں کے ارتکاب پر عذاب جہنم کی وعیدیں مذکور ہیں۔

۵:...... پانچواں سبب

اسی زمانہ میں مشہور گمراہ اور غالی شخص جہم بن الصفوان الراسبی جو بعد میں قتل کردیا گیا کا متبع فرقہ جہمیہ منظر عام پر آیا اور صفات باری تعالیٰ پر مشتمل احادیث کا اور روزانہ وجود میں آنے والی جزئیات اور حوادث وواقعات سے متعلق باری تعالیٰ کے علم قبل از وقوع کی احادیث کا انکار کردیا۔ خلق قرآن (قرآن کریم کے مخلوق ہونے) کا فتنہ اور جبر (بندہ کے مجبور محض ہونے) کا عقیدہ بڑے زور وشور سے منظر عام پر آیا، نیز انہوں نے کفار کے ''**خلود فی النار**'' (دائمی طور پر جہنمی ہونے) کا بھی جو امت کا اجماعی عقیدہ تھا صاف انکار کردیا۔

الغرض یہ خارجی قدری (معتزلی) شیعہ، مرجئہ، اور جہمیہ وہ بڑے بڑے گمراہ فرقے ہیں جو اسلام کے ابتدائی دور میں نمودار ہوئے اور انہوں نے اسلامی عقائد کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا۔ انہی فرقوں نے اپنے اپنے اعتقادات کی حمایت کی غرض سے اپنے معتقدات کے مخالف احادیث صحیحہ کو ماننے

سے انکار کردیا اور انہی کی بدولت انکارِ حدیث کا فتنہ ایک مستقل فتنہ کی صورت میں وبا کی طرح پھیل گیا۔ یہ ہے انکارِ سنت وحدیث کی یا ان میں تحریف وتصرف اور خود ساختہ تاویلوں کا دروازہ کھولنے کی تاریخ اور اس کے وجوہ واسباب۔ ان خارجیوں، قدریوں، شیعوں، جہمیوں وغیرہ فرقوں نے ساری ہی حدیثوں کا انکار نہیں کیا، نہ ہی ان کے لیے یہ ممکن تھا (کیونکہ یہ فرقے اپنے اپنے مسلک اور معتقدات کو حدیثوں سے ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے، بلکہ یہ فرقے صرف اپنے خلاف حدیثوں ہی کا انکار کرتے تھے) لیکن انہوں نے ایک ایسے راستے کی داغ بیل ڈال دی جس پر چل کر ملحدوں اور زندیقوں نے دینی عقائد واحکام سے گلوخلاصی حاصل کرنے کی غرض سے علی الاعلان تمام ہی حدیثوں کا انکار کرنے اور الحاد وبے دینی کو فروغ دینے کا دروازہ چوپٹ کھول دیا۔ (دورحاضر کے فتنے،ص:۱۶۱)

فتنۂ مغربیت

''مجمع الزوائد'' میں حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ''معجم طبرانی'' ایک حدیث بروایت عصمۃ بن قیس سلمی صحابیؓ نقل کی ہے:

''إنہٗ کان یتعوّذ من فتنۃ المشرق، قیل: فکیف فتنۃ المغرب؟ قال: تلک أعظم وأعظم''۔

ترجمہ:......''نبی کریم ﷺ فتنۂ مشرق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مغرب میں بھی فتنہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: وہ تو بہت ہی بڑا ہے، بہت ہی بڑا ہے''۔

یقین سے تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ ﷺ کی مراد فتنۂ مغرب سے کیا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ سقوطِ اندلس کی طرف اشارہ ہو کہ وہاں اسلام کا پورا بیڑہ ہی غرق ہوگیا اور نام کا مسلمان بھی کوئی اس ملک میں نہ رہا، تمام ملک پر کفر کا استیلاء ہوگیا، لیکن ہوسکتا ہے کہ بلادِ مغرب کے اس ''فتنۂ استشراق'' کی طرف بھی اشارہ ہو کہ الحاد وتحریف کا یہ فتنہ مغربی دروازوں سے ہی تمام دنیا کے مسلمان ملکوں میں داخل ہوگا، جو سب فتنوں سے زیادہ خطرناک اور عالم گیر ہوگا، بہر حال الفاظِ حدیث کے عموم میں تو یہ داخل ہے ہی۔

الغرض اس دور میں یہ علمی وعملی فتنے پورے زور وشور اور طاقت وقوت کے ساتھ اسلامی ممالک میں پھیل رہے ہیں، ہمارا ملک نسبتاً ان سے مأمون ومحفوظ تھا، لیکن کچھ تو جدید تعلیم کے اثرات سے کچھ مستشرقین کی وسیسہ کاریوں سے نیز مواصلات کی آسانیوں سے اور مال ودولت کی فراوانی سے اب تو یہ ملک کچھ بعید نہیں کہ اس معاملہ میں دوسرے ملکوں سے گوئے سبقت لے جائے۔ (دورحاضر کے فتنے،ص:۹۹)

عصر حاضر میں تو دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں فتنوں کا ایک ''سیلاب'' اُمڈ آیا ہے۔ علمی، عملی، دینی، اخلاقی، معاشرتی اور تمدنی اتنے فتنے ظاہر ہوچکے ہیں کہ عقل حیران ہے اور حضرت نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے:

’’لتتبعُن سنَن من کان قبلکم ذراعًا بذراع وشبرًا بشبرٍ حتی لو دخل أحدهم جحر ضب لدخلتموہ۔‘‘ (مشکوٰۃ)

یعنی تم بھی پہلی امتوں: یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے نقش قدم پر چل کر رہو گے اور ان کے اتباع میں اتنا غلو ہو جائے گا کہ اگر بالفرض کوئی کسی گوہ کے سوراخ میں گھسا ہے تو تم بھی اس میں ضرور داخل ہو گے، یعنی فضول ولایعنی اور عبث حرکات میں بھی ان کا اتباع کرو گے۔

آج جب ہم دنیائے اسلام کا جائزہ لیتے اور مسلمانوں کے تمدن ومعاشرت کو دیکھتے ہیں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ معاشرے کو جب دیکھتے ہیں، خصوصاً بلادِ عربیہ اسلامیہ کا جب جائزہ لیتے ہیں تو بے حد افسوس ہوتا ہے کہ بمشکل کوئی خدوخال ایسا نظر آتا ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ یہ مسلمان ہیں۔ ’’مغربیت‘‘ کے اس سیلاب میں اس طرح بہہ جانا انتہائی دردناک ہے۔ پھر کاش! یہ مغربیت اور یورپ پرستی ظاہر تک ہی منحصر ہوتی، اب تو یہ زہر ظاہر سے تجاوز کر کے باطن تک سرایت کر چکا ہے۔ خیالات، افکار، نظریات، احساسات سب ہی میں یورپ کا چربہ اتارا جانے لگا ہے، مسلمان ملکوں کی یہ تباہی وبربادی دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے، ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں:

لمثل هٰذا یذوب القلب عن کمد
إن کان فی القلب إسلام وإیمان

ترجمہ:...... ’’اگر دل میں ذرا بھی ایمان واسلام ہو تو ان جیسے حالات کو دیکھ کر غم سے دل پگھل کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔‘‘ (ماخوذ از عصر حاضر کے فتنے: علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، ص:۱۶)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کیا جاوید احمد غامدی کو اجتہاد کا حق حاصل ہے؟

ہر آدمی پر وساوس کی کثرت سے ایک رنگ چڑھ جاتا ہے، پھر یہ وساوس اس شخص کے خیالات اور اس کے تفکرات اور رجحانات کو متأثر کر دیتے ہیں، پھر وہ شخص عُجب، پندار اور خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے، اس موقع پر مرکزِ وساوس شیطان لعین اس کا پیچھا کرتا ہے اور اس کے دل ودماغ میں دن رات ایسے ایسے جدید نکتے اور جدید علمی حقائق القاء کرتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے یہ شخص سمجھ بیٹھتا ہے کہ وہ اجتہاد کے کسی اعلیٰ مقام پر پہنچ گیا ہے، پھر وہ قلم اٹھاتا ہے اور قرآن وحدیث کے نصوص اور احکام کو تختۂ مشق بناتا ہے اور ابلیس لعین اپنے القاءات کو مزید تیز کرتا رہتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’وَإِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ إِلٰی أَوْلِیَاءِ ھِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ، وَإِنْ أَطَعْتُمُوْھُمْ إِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ۔‘‘ (الانعام:۱۲۱)

ترجمہ:...’’اور شیاطین اپنے دوستوں کو القاءات کرتے رہتے ہیں، تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے شیاطین کی اطاعت کی تو بے شک تم مشرک بن جاؤ گے۔‘‘

پھر یہ شخص دین اسلام کے مسلمات کو نیا رخ دے کر نئے ڈھب پر لاتا ہے اور ایک فتنہ کھڑا کردیتا ہے۔ جاوید احمد غامدی اور ان کے شاگردوں کے ساتھ یہی کچھ ہوا ہے اور ان کے پیشرو اس قسم کے وسواسی لوگوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہے۔ اس قسم کے لوگ اپنے بارے میں بہت بڑی خودرائی، پندار اور اعجاب بالرائے کے شکار ہوتے ہیں، یہاں تک کہ درجۂ اجتہاد کے منصب سے بڑھ کر ان میں سے بعض نے تو نبوت کا دعویٰ کیا۔

حکایت: ہمارے ہاں بٹگرام میں ایک شخص کا نام فیض محمد ہے، مالی پریشانیوں نے جب اس کو بہت تنگ کیا تو وہ وساوس کا شکار ہوگیا اور اس نے علی الاعلان کہہ دیا کہ میں ’’گورنمنٹ ہوں‘‘ میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کاغذ کے ٹکڑے ہوتے تھے اور وہ اس پر لکھتا رہتا تھا کہ میں وزیر اعلیٰ کو حکم دیتا ہوں کہ اتنے کروڑ روپے فلاں کو دیدو اور اتنے کروڑ فلاں کو دیدو، وہ خط نہیں لکھ سکتا تھا، صرف انگریزی میں ہندسے لکھ کر آرڈر جاری کرتا تھا، گاؤں کے لوگوں کے ہاں اس کا نام ہی گورنمنٹ چچا پڑ گیا، اب وہ شخص لاہور میں کہیں چوکیدار ہوگیا ہے۔ میں غامدی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی گورنمنٹ چچا نہ بنو، وقت کے سارے علماء، عقلاء، عرفاء اور ارباب نظر کہتے ہیں کہ آپ غلط راستے پر چل پڑے ہیں اور آپ بضد ہیں کہ میں صحیح راستہ پر ہوں۔ ادھر دنیا کے سارے اہل باطل نے آپ کو خوش آمدید کہا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ واقعی غلطی کررہے ہیں۔ علماء کی نصیحت کے باوجود باز آجانے کے بجائے آپ مزید غلطیوں میں غوطے کھا رہے ہیں اور دوسروں کو غلط کہہ رہے ہیں اور دین اسلام کو لاوارث لاش سمجھ کر اُسے بھنبھوڑ رہے ہیں، لیکن یاد رکھو! یہ دین لاوارث نہیں ہے، اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو اس کا محافظ ہے: ’’اِنَّ لِلْإِسْلَامِ رَبًّا یَحْمِیْہِ۔‘‘

ایک ضابطہ علماء نے لکھا ہے کہ جب عمل میں آدمی غلطی کرتا ہے تو وہ کسی وقت توبہ کرکے ہدایت پر آسکتا ہے، لیکن جب علم غلط ہوجاتا ہے تو آدمی ایسا گمراہ ہوجاتا ہے کہ ہدایت پر آنے کا امکان ختم ہوجاتا ہے۔ دیکھو روافض کا علم غلط ہوگیا ہے، قادیانیوں اور آغا خانیوں کا علم غلط ہوگیا ہے، ذکریوں کا علم غلط ہوگیا ہے، ہندوؤں اور سکھوں کا علم غلط ہوگیا ہے تو وہ اپنی گمراہی سے پیچھے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتے ہیں۔ غامدی صاحب اور ان کے شاگردوں کا اجتہاد کے میدان میں علم غلط ہوگیا ہے، دین اسلام کے ابتدائی اساسی نقشہ میں بھی ان کا علم غلط ہوگیا ہے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ دین بے شک دین برحق ہے، لیکن اس کے

بہت سارے احکامات دورِ اول کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے تھے، ہمیشہ کے لیے نہیں اور اصل رسالت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم بطور مجدد تشریف لائے ہیں، اس قسم کے دیگر خطرناک دعاوی بھی ہیں جو میں آئندہ لکھوں گا، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غامدی صاحب اپنے آپ کو مجتہد سمجھتے ہیں اور اپنے اجتہاد پر جمے ہوئے ہیں، لہٰذا سردست اجتہاد کی تعریف وشرائط اور اس کے مقام کو واضح کرنا ضروری ہے۔

اجتہاد کا مقام

شریعت میں اجتہاد کا بہت بڑا مقام ہے، لیکن اجتہاد کا ایک تعارف اور پہچان ہے اور اس کے لیے چند شرائط ہیں، ہر آدمی اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا، اگر چہ وہ بزعم خود اپنے آپ کو بڑا مجتہد سمجھتا ہو۔ چنانچہ ''الوجیز'' میں اجتہاد کی تعریف یہ لکھی ہے:

''**هو بذل المجتهد وسعهٗ فی طلب العلم بالأحكام الشرعية بطريق الاستنباط۔**''

ترجمہ: ''بطور استنباط احکام شرعیہ کے حاصل کرنے میں مجتہد کی پوری کوشش کا نام اجتہاد ہے۔''

''قواعد الفقہ، صفحہ: ۱۶۰'' میں اجتہاد کی تعریف اس طرح ہے:

''**هو فی الاصطلاح استفراغ الفقيه الوسع ليحصل به الظن بحكم شرعی۔**''

ترجمہ: ''فقیہ کا انتہائی کوشش کرنا، تاکہ اس کو شرعی حکم کا ظن غالب حاصل ہو جائے۔''

''قاموس الوحید'' میں علامہ وحید الزمان کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اجتہاد کی اردو تعریف اس طرح کی ہے:

''اجتہاد ماہر فقیہ کی اس آخری کوشش کا نام ہے جو کسی معاملہ میں حکم شرعی کا ظن غالب حاصل کرنے کے لیے کی جائے۔'' (القاموس الوحید: ص: ۲۹۰)

ان تعریفات میں حکم شرعی حاصل کرنے کی قید لگی ہوئی ہے۔ اگر کوئی شخص حکم شرعی کی غرض سے نہیں بلکہ لغوی حسی یا عقلی احکام سے واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے اجتہاد کرتا ہے تو وہ اجتہاد ناقابل اعتبار ہوگا۔ آج کل ماڈرن طبقہ اجتہاد کرنے کا زور لگاتا ہے۔ ان کا مقصد حکم شرعی حاصل کرنا نہیں ہوتا، بلکہ غیر شرعی حکم تلاش کرنے کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنا چاہتا ہے۔ غامدی صاحب اور ان کے شاگرد اجتہاد کی اسی وادی میں سرپٹ دوڑ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے اس مکروہ اجتہاد کے ذریعہ سے دسیوں غیر شرعی احکامات کا استنباط کیا ہے۔ تعجب اس پر ہے کہ غامدی صاحب اور ان کے شاگردوں کو دین اسلام میں نقب زنی اور اس کے احکام کی تغلیط ہی نظر آرہی ہے، جب بھی قلم اٹھاتے ہیں کسی اسلامی حکم کے خلاف ہی لکھتے ہیں۔ کیا اسلام کی خدمت کا یہی پہلو ان کو نظر آرہا ہے؟ خدمت کا کوئی اچھا پہلو اُن کو نظر کیوں نہیں آتا؟ چنانچہ غامدی صاحب نے اپنی کتاب ''میزان'' کا تعارف اس طرح کیا ہے:

''اسلام کو جس طرح میں نے سمجھا ہے، یہ اس کا بیان ہے۔'' (غامدی علماء کی نظر میں، ص: ۴۱)

غامدی نے مزید لکھا ہے کہ:

’’کم وبیش ربع صدی کے مطالعہ وتحقیق سے میں نے اس دین کو جو کچھ سمجھا ہے، وہ اپنی کتاب میزان میں بیان کردیا ہے۔اس کی ہر محکم بات کو پرودگار کی عنایت اور میرے جلیل القدر استاد امام امین احسن اصلاحی کے فیضِ تربیت کا نتیجہ سمجھیے۔‘‘ (دیباچہ اخلاقیات)

اِنہیں نااہل لوگوں کے مجتہد بن بیٹھنے کے بارے میں علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقدمہ میں اجتہاد سے متعلق فیصلہ کن رائے لکھی ہے، فرماتے ہیں:

’’اسلامی ممالک میں لوگوں نے انہیں چاروں اماموں کی تقلید پر قناعت کیا ہے اور دیگر اماموں کی تقلید کرنے والوں کا نام ونشان باقی نہ رہا، لوگوں نے اختلافِ مسالک کا دروازہ بند کردیا، کیونکہ علوم کی اصطلاحات کی کثرت ہوگئی اور اجتہاد کے مقام تک پہنچنے کے لیے لوگوں میں صلاحیت نہیں رہی اور اس لیے بھی کہ ہر کس وناکس مجتہد نہ بن بیٹھے۔اس لیے صراحت سے کہہ دیا کہ اب لوگ اجتہاد کی صلاحیت سے عاجز ہیں اور سب تقلید کے لیے مجبور ہیں۔‘‘ (مترجم مقدمہ ابن خلدون)

علامہ مزید لکھتے ہیں:

’’آج فقہ کا بس اتنا ہی مفہوم ہے، اگر آج کوئی مجتہد بن بیٹھے تو اس کے اجتہاد کو کوئی تسلیم نہیں کرے گا اور نہ اس کی تقلید پر کوئی آمادہ ہوگا، آج دنیا کے تمام مسلمان انہیں چار اماموں کی تقلید کی طرف لوٹ گئے ہیں۔‘‘ (مقدمہ ابن خلدون مترجم:۳۴۳)

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عربی عبارت ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

’’ومدعی الاجتهاد لهذا العهد مردود علی عقبه ومهجور تقليدهٗ وقد صار أهل الإسلام اليوم علی تقليد هؤلاء الائمة الأربعة۔‘‘ (مقدمہ ابن خلدون، ج:۱،ص:۴۴۸)

ترجمہ:...’’اس دور میں اجتہاد کا دعویٰ کرنے والا پیچھے دھکیل دیا گیا ہے اور اس کی تقلید ترک کردی گئی ہے اور آج کے مسلمان ائمہ اربعہ کی تقلید پر جمع ہو چکے ہیں۔‘‘

ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اب اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اس پر سینکڑوں سال سے پہلے اجماع منعقد ہو چکا ہے۔علماء امت اور فقہاء ملت نے اجتہاد کی اہلیت کے لیے جو شرائط مقرر کی ہیں، اس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے:

۱:......**عربی زبان میں مہارت:** اس شرط کی ضرورت اس لیے ہے کہ اسلامی شریعت کی زبان عربی ہے اور قرآن وحدیث کی زبانِ فصاحت وبلاغت آسمانِ عروج پر ہے، اس لیے جب تک کوئی مجتہد عربی زبان کے مختلف اسالیب، محاورات اور ضرب الامثال کو اچھی طرح نہیں سمجھتا، وہ قرآن وحدیث کے مفاہیم اور عبارتوں کی تلمیحات واشارات وامثال کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟

۲:......**قرآن حکیم کا علم:** اجتہاد کے لیے یہ شرط اس لیے ضروری ہے کہ قرآن کریم ہی اصل

الاصول ہے اور ہر دلیل کا مرجع ہے۔ قرآن کے علم کا مطلب یہ ہے کہ مجتہد کو یہ معلوم ہو کہ قرآن حکیم میں کتنی آیات احکام سے متعلق ہیں، ناسخ اور منسوخ کیا ہے اور احکامات کے اسباب نزول کیا ہیں۔

۳:......**سنت کا علم:** اس کا مطلب یہ ہے کہ مجتہد کو احادیث میں صحیح اور ضعیف کی پہچان ہو، راویوں کا حال جانتا ہو، جرح وتعدیل کا علم رکھتا ہو، احادیث کو ایک دوسرے پر ترجیح کے قواعد کا علم رکھتا ہو اور ناسخ ومنسوخ کے اصول کو جانتا ہو۔

۴:......**اصول فقہ کا علم:** مجتہد کے لیے اصول فقہ کا علم اس لیے ضروری ہے کہ اس علم کے ذریعہ سے وہ شرعی دلائل اور اس کے مآخذ ومصادر اور احکام کے استنباط کے طریقے جان لیتا ہے۔

۵:......**مواقع اجماع کا علم:** یہ شرط اس لیے ضروری ہے تاکہ مجتہد کی نظر اس پر ہو کہ شرعی احکام میں کہاں کہاں علماء کا اجماع منعقد ہوا ہے، تاکہ یہ مجتہد ایسے حکم کا استنباط نہ کرے جو علماء کے اجماع کے خلاف ہو۔

۶:......**مقاصد شریعت کا علم:** یہ شرط اس لیے ضروری ہے کہ شریعت میں احکام کی علتوں اور لوگوں کی مصلحتوں کا جو خیال رکھا گیا ہے وہ مجتہد کی نظر میں ہو، وہ عوام کے عرف وعادت سے واقف ہو، کیونکہ لوگوں کے مصالح کی رعایت ان چیزوں کے جاننے کے بغیر ممکن نہیں ہے اور لوگوں کے مصالح کی رعایت شریعت کے مقاصد میں سے ہے۔

۷:......**فطری استعداد:** یہ شرط اس لیے ہے کہ فطری صلاحیت اگر مجتہد میں نہ ہو، صرف علمی ردّ وکد سے وہ مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے ہیں جو ایک مجتہد کے لیے ضروری ہے، یہاں زورِ قلم اور قلمکاری ومضمون نگاری نہیں، بلکہ ٹھوس اور سلیم فطرت کی ضرورت پڑتی ہے۔

مندرجہ بالا سات شرائط عام فقہائے کرام نے مقرر کی ہیں، لیکن علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''**مناھج الاجتھاد**، ص:۳۶۱'' پر ایک بنیادی شرط لکھی ہے، وہ یہ کہ مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور یوم آخرت پر کامل اور مکمل ایمان ہو اور اس کو ضروریاتِ دین کے تمام امور کا علم ہو اور وہ جانتا ہو کہ اس کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اضافی شرط لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ متقی اور پرہیزگار ہو، عادل ہو اور ہر ایسی بات سے بچنے والا ہو جو افتاء اور قضاء کے منصب پر فائز کسی بھی شخص کو مجروح ومتہم کرنے والی ہو۔

بہرحال ان شرائط اور تعریفات کا اکثر حصہ مولانا ڈاکٹر محمد میاں صدیقی کی کتاب ''ائمہ اربعہ کے اصول اجتہاد، باب:۵، صفحہ:۱۶۰ تا صفحہ:۱۶۷'' سے بطور خلاصہ لیا گیا ہے۔ اس بحث کے لکھنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ آج کل اجتہاد کے شوقین دعویداروں کی آنکھیں کھل جائیں کہ اجتہاد کا میدان کیا ہے اور یہ بے چارے کس گلی میں بند پڑے ہیں۔ **واللّٰہ الموفق وھو یھدی السبیل۔** **(جاری ہے)**